Anwar al-Sirah: International Research Journal for the Study of the Prophet Muhammad (PBUH)'s Biography
ISSN: 3006-7766 (online)and 3006-7758 (print)
Open Access: https://journals.iub.edu.pk/index.php/anwaralsirah/index
Published by: Seerat Chair, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

دعوت وحکمت کا امتزاج: آنحضور ﷺ کے خطوط برائے سلاطین عالم کا تجزیاتی مطالعہ۔ سیرت انسائکلوپیڈیا (اللؤلؤ المکنون) کی روشنی میں

The Synthesis of Da'wah and Wisdom: An Analytical Study of the Prophet Muhammad's (PBUH) Letters to World Rulers in the Light of the Seerah Encyclopedia Al-Lu'lu' al-Maknoon

Noman Ahmad*
PhD Scholar, Mohi ud Din Islamic University, Nerian Sharif, AJK
Email: noman.ahmad.hitec@gmail.com
Muhammad Naveed
PhD Scholar, Mohi ud Din Islamic University, Nerian Sharif, AJK
Visiting Lecturer, Islamic Studies, University of Engineering & Technology Taxila. Email: muhammad.naveed@uettaxila.edu.pk
Zaheer Shah
PhD Scholar, Mohi ud Din Islamic University, Nerian Sharif, AJK

Abstract

This research paper explores a significant and historical dimension of the Prophetic biography namely, the letters sent by the Prophet Muhammad (peace be upon him) to various world rulers, inviting them to embrace Islam. The study is based on the detailed accounts found in the Seerat-un-Nabi Encyclopedia published by Darussalam. These letters were not only invitations to faith but also reflected the Prophet's profound diplomatic insight, principles of international engagement, and interfaith dialogue. The paper presents a comprehensive analysis of each letter's content, historical context, the recipient rulers, appointed envoys, their responses, and the religious and political implications of these correspondences. It highlights how the Prophet ﷺ used wisdom, eloquence, and exemplary character to extend the message of Islam globally—offering timeless guidance for contemporary diplomacy and Islamic outreach.

Keywords: Prophet Muhammad (PBUH), Letters to Rulers, Islamic Diplomacy, Seerat-un-Nabi Encyclopedia, Darussalam, Invitation to Islam, Interfaith Dialogue, Islamic History, International Relations, Prophetic Biography

* Email of corresponding author: noman.ahmad.hitec@gmail.com

تعارف:

صلح حدیبیہ کے بعد امن عامہ مستحکم ہو گیا تو رسول اللہ فورا بیرونی ملکوں کے بادشاہوں اور قبائلی سرداروں کی طرف متوجہ ہو گئے آپ نے ان کے نام مکتوبات ارسال فرمائے انہیں نور توحید کی طرف متوجہ کیا شرک اور کفر کا بطلان کیا اور دین حنیف قبول کرنے کی دعوت دی یہ خطوط کیا ہیں۔ نور کی کرنیں ہیں جن میں بے شمار سبق چمک رہے ہیں ان خطوط گرامی سے دینی کی سچائی نمایاں ہوئی۔ بین الاقوامی تعلقات کی ضرورت واضح ہوئی امور خارجہ کی اہمیت اور سفارت کاری کی افادیت کا ادراک و احساس کیا گیا اور حشو و زوائد سے پاک مختصر و مدلل خطوط نویسی کا جدید ترین اسلوب سکھایا گیا۔ یہ مقالہ سیرت النبی ﷺ کے ایک اہم اور تاریخی پہلو، یعنی آپ ﷺ کے سلاطینِ عالم کو ارسال کردہ دعوتی خطوط کے مطالعے پر مبنی ہے، جو مکتبہ دارالسلام کے شائع کردہ سیرت انسائیکلوپیڈیا کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ ان خطوط کا مقصد نہ صرف اسلام کی دعوت کو عالمی سطح پر پہنچانا تھا بلکہ یہ سفارتی حکمت، بین الاقوامی تعلقات اور بین المذاہب مکالمے کی بنیاد بھی فراہم کرتے ہیں۔ اس تحقیق میں ہر خط کے متن، اس کا پس منظر، وصول کنندہ حکمران، سفیر، ردعمل، اور اس کے تاریخی و دینی اثرات کا تجزیاتی جائزہ لیا گیا ہے۔ مقالہ یہ بھی واضح کرتا ہے کہ کس طرح نبی کریم ﷺ نے حکمت، تدبر اور اعلیٰ اخلاق کے ساتھ عالمی قیادت کو اسلام کی طرف دعوت دی، جو آج کے بین الاقوامی تعلقات اور دعوتی اسلوب کے لیے ایک نمونہ فراہم کرتا ہے۔

اللؤلؤ المکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا کا تعارف

رسول اللہ ﷺ دنیا کی واحد ہستی ہیں جن کی مدح و توصیف میں سب سے زیادہ لکھا گیا ہے ہے اور یہ سلسلہ قیامت جاری رہے گا سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر مختلف زبانوں میں لاکھوں کی تعداد میں معروف کتب موجود ہیں لیکن پھر بھی جب کوئی نئی کتاب آتی ہے تو محسوس یہی ہوتا ہے اس کی کمی شدت سے محسوس کی جارہی تھی۔کچھ عرصہ قبل ہی دینی کتابوں کے اشاعتی ادارہ دارالسلام نے گیارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل سیرت انسائیکلوپیڈیا اردو زبان میں شائع کیا تھا ایک سے زائد ریسرچ سکالر کی یہ کاوش ایک بہترین ذخیرہ علم ہے ہے اس لحاظ سے یہ باقی تمام کتب سیرت سے ہمیں تو ممتاز ہے کہ اس کی تیاری، ترتیب و تدوین کسی بھی جگہ ایک فرد نہ تھا بلکہ پوری ٹیم نے باہمی مشاورت سے اسکو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔

اس ٹیم کے نگران اعلیٰ مولانا عبدالمالک مجاہد تھے اور ان کی باقی ٹیم میں جناب محسن فارانی ، حافظ محمد ابراہیم طاہر کیلانی ،مولانا تنویر احمد، حافظ عبداللہ، مولانا ناصر مدنی، حافظ اقبال صدیق، حافظ ابو بکر احمد راجہ، حافظ عثمان یوسف اور حافظ محمد اجمل بھٹی شامل ہیں۔اس سیرت انسائیکلوپیڈیا میں میں سیدنا محمد ﷺ کی ولادت باسعادت سے وصال باکمال کے احوال و آثار کو کو پوری جزئیات سمیت نہایت جامع مسجد میں پیش کیا گیا ہے مصنف نے اس

انسائیکلوپیڈیا میں میں دعوت اسلام سے قبل جزیرہ نما عرب کے باشندوں کے قبائل بودوباش اور جملہ خصائل تفسیر سے پیش کیے آئے تاکہ تاریخ انسانی کے سب سے روشن اور عظیم احد کا پس منظر واضح کیا جا سکے۔

دارالسلام انسائیکلوپیڈیا کی ترتیب و تدوین میں میں درج ذیل اسلوب کو پیش نظر رکھا گیا ہے:

کتاب کے شروع میں جامع مقدمہ لکھا گیا ہے جس میں سیرت کا موضوع مطالعے کی ضرورت و اہمیت اور اور اسالیب کو بیان کیا گیا ہے ہے۔مختلف ادوار میں متداول کتب سیرت اور سیرت نگاروں کی خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے نیز مستشرقین کی تحریک اور ان کے اسلام بارے میں اعتراضات کا علمی محاسبہ کیا گیا ہے ہے۔سیرت کے ماخذ و مراجع میں تین چیزوں کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے:

- قرآن حکیم
- کتب حدیث
- کتب سیرت و مغازی

سیرت انسائیکلوپیڈیا اللؤلؤ المکنون کا منہج و اسلوب

اس کے مآخذ میں قران مجید، کتب احادیث، کتب سیرت و مغازی کتب جغرافیہ، کتب شمائل، کتب شروح حدیث، دلائل و معجزات اور دوسرے ادیان کے مقدس کتابیں بھی شامل ہیں۔

- روایات کی اسناد و متون کی صحت اور راویوں کے معتبر ہونے کا خیال رکھا گیا ہے۔
- تحقیق و تخریج کا مکمل اہتمام کیا گیا ہے۔
- بیان انتہائی سادہ، دل نشیں اور مدلل استعمال کیا گیا ہے منہج تحقیقی اختیار کیا گیا ہے یہ گیارہ جلدوں پر ایک ضخیم انسائیکلوپیڈیا ہے اس لیے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی مبارک زندگی کے تمام مراحل، حالات و واقعات غزوات و سیر کو اک خاص معنویت کے ساتھ اجاگر کیا گیا ہے۔
- احادیث کا حوالہ دیتے ہوئے مکمل تخریج کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔
- اہم مقامات کی تصاویر (نقشے) سے کتاب کو مزین کیا گیا ہے۔

سلاطین عالم کو دعوت اسلام

صلح حدیبیہ کے بعد جب امن عامہ مستحکم ہو گیا تو رسولِ اکرم ﷺ فوراً بیرونی ملکوں کے بادشاہوں اور قبائلی سرداروں کی طرف متوجہ ہو گئے رسولِ اکرم ﷺ نے ان کے نام مکتوبات ارسال فرمائے انھیں نور توحید کی طرف متوجہ کیا، شرک اور کفر کا بطلان کیا اور دین حنیف قبول کرنے کی دعوت دی ۔یہ خطوط کیا ہیں نور کی کرنیں ہیں جن میں بے شمار سبق چمک رہے ہیں ان خطوط گرامی سے دین حنیف کی سچائیاں نمایاں ہوئیں ۔اور سفارت کاری کی افادیت کا ادراک واحساس کیا گیا اور بالکل حشو وزوائد سے پاک

مختصر اور مدلل خطوط نویسی کا جدید ترین اسلوب سکھایا گیا۔ ذیل میں ان خطوط کے کو سیرت انسائیکلوپیڈیا اللؤلؤ المکنون کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔

خطوط کی تحریر کا زمانہ

مکتوبات نبوی پر تاریخ درج نہیں ہوتی تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت کم از کم عرب میں کوئی مخصوص تقویم رائج نہیں تھی، تاہم حدیبیہ چھ ہجری سے واپسی کے بعد ہی مراسلات روانہ فرمائے۔ مکتوبات گرامی کی ترسیل کی وضاحت طبقات ابن سعد میں اس طرح کی گئی ہے کہ جب رسولِ اکرم ﷺ دعوتی مراسلات ارسال فرمائے چنانچہ محرم 7ھ میں ایک ہی دن چھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسولِ اکرم ﷺ کے خطوط لے کر روانہ ہوئے۔[1]

البتہ وہ اتنا ضرور بتاتے ہیں کہ ترسیل مکتوبات کا زمانہ صلح حدیبیہ کے بعد سے لے کر رسولِ اکرم ﷺ کی وفات تک پھیلا ہوا ہے۔ تاریخ طبری میں ابن اسحاق کا قول ہے رسولِ اکرم ﷺ نے حدیبیہ اور اپنی وفات تک کی درمیانی مدت میں بعض کو دین اسلام کی دعوت دینے کے لیے عرب و عجم کے بادشاہوں کی طرف روانہ فرمایا۔[2]

رسولِ اکرم ﷺ نے جب سلاطین عالم کو خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو اس بات کی ضرورت بھی محسوس ہوئی کہ کوئی مہر یا انگوٹھی ہو کیونکہ امراء و سلاطین اس خط کو پڑھتے ہی نہیں جس پہ مہر نہ لگی ہوتی کیونکہ مہر کی حیثیت ایک سند کی ہوا کرتی تھی۔ اس لیے بادشاہوں اور امراء وقت کے نام مکتوبات کے لیے انگوٹھی بنوائی گئی تھی اس پر تین سطروں میں "محمد رسول اللہ" لکھا ہوا تھا یہ الفاظ انگوٹھی کے نگینے پہ الٹے لکھے ہوئے تھے جب اس انگوٹھی پہ سیاہی لگا کے اس دستاویزات پر لگایا جاتا تھا تو یہ الفاظ مبارک بالکل صحیح شکل میں نظر آتے تھے۔ رہی یہ بات کہ ان کی ترتیب کیا تھی تو اوپر لائن میں اللہ درمیان میں رسول اور نیچے محمد لکھا گیا تھا۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ کسی حدیث میں ترتیب کا ذکر نہیں دیکھا لیکن ماضی قریب میں رسولِ اکرم ﷺ کے جو خطوط دستیاب ہوئے ہیں ان پہ لگی ہر مہر کی ترتیب کا بآسانی دیکھا جاسکتا ہے۔ اسمیں صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سطریں اسی ترتیب سے اوپر سے نیچے تھیں اور انگوٹھی کا نگینہ گولائی میں تھا اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ زندگی کا مقصد ہر حالت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے نام کی سربلندی تھا اور اسی حقیقت کا مظہر رسولِ اکرم ﷺ کی انگوٹھی مبارک بھی تھی۔

مکتوبات کی تعداد

رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں مختلف لوگوں کو مختلف نوعیت کے خطوط ارسال فرمائے۔ ان میں سے کچھ معاہدات، کچھ امان نامے، اور بعض اسلامی تعلیمات پہ مشتمل تھے اس طرح کچھ وثیقہ جات اور کچھ جاگیر نامے بھی تھے بعض خطوط ایسے تھے جن میں تعزیتی جذبات کا اظہار فرمایا گیا اکثر مراسلات دعوتی نوعیت کے ہوتے تھے۔ ان خطوط کی صحیح تعداد تو کسی جگہ معلوم نہ ہوسکی البتہ سیرت نگاروں اور مؤرخین نے انکی مختلف تعداد بتائی ہے ڈاکٹر حمید اللہ نے ان خطوط کی مجموعی تعداد کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"رسولِ اکرم ﷺ نے مختلف بادشاہوں یا قبائل کے سرداروں کے نام جو خطوط روانہ فرمائے ان کی تعداد اب سوا دو سو تک دریافت ہو گئی ہے۔"[3]

یہاں اعلانیہ تبلیغ کے ضمن میں معروف سلاطین عالم کو لکھے گئے خطوط کا مختصر تجزیہ پیش کیا جائے گا۔

معروف سلاطین عالم کو لکھے گئے خطوط:

نمبر شمار	حامل مکتوب	مقام	مکتوب الیہ
1	سیدنا عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ	حبشہ	نجاشی
2	سیدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ	بحرین	منذر بن ساوی
3	سیدنا عبد اللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ	ایران	خسرو پرویز
4	سیدنا دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ	یروشلم	ہرقل
5	سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ	مصر	مقوقس
6	سیدنا عمرو بن العاص	عمان	جیفر و عبد
7	سیدنا سلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ	نجد	ہوذہ
8	سیدنا شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ	دمشق	حارث بن ابی شمر
9	سیدنا مہاجر بن ابی امیہ اور جریر رضی اللہ عنہما	یمن	ذوالکلاع

مکتوب گرامی بنام اصحمہ نجاشی

رسول اللہ ﷺ نے دعوتی خطوط میں سے پہلا خط شاہ حبشہ نجاشی کو بھیجا یہ خط 6ھ کے آخر میں یا محرم 7ھ میں بھیجا گیا۔ اس طرح یہ مکتوب اول شمار کیا جاتا ہے اسے سیدنا عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ لے کر گئے۔ اس سے پہلے دوسری ہجرت حبشہ کے موقع پہ رسولِ اکرم ﷺ نے سیدنا جعفر کے ہاتھ اصحمہ نجاشی تھا جس میں اسے اسلام کی دعوت دی تھی تاکید فرمائی تھی کہ وہ مسلمانوں کو اپنے ملک میں ٹھہرائے اور ان کا اچھی طرح خیال رکھے تاہم صلح حدیبیہ کے بعد شاہان عالم کو جو باقاعدہ دعوتی خطوط لکھے، ان میں سے سب سے پہلا خط وہی تھا جو عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ لے کر گئے تھے۔

قدیم زمانے میں حبشہ کے بادشاہوں کا لقب نجاشی تھا ہرقل اور ترکوں کے شاہ کو خاقان کہتے تھے۔ اس نجاشی کا نام اصحمہ بن ابجر تھا۔ اصحمہ حبشی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب عطیہ ہے اور نجاشی درحقیقت مجوس کی تعریب ہے جس کے معنی حبشی زبان میں بادشاہ کے ہیں۔ یہ بہت نیک، عادل اور عقل مند شخص تھا یہ نسطوری مذہب پہ قائم تھا یہ مذہب اس وقت توحید کا حامل اور ربوبیت مسیح کا انکاری تھا۔ دعوتِ اسلام کے آغاز کے بعد ان اس نیک فطرت انسان نے مسلمانوں کو اپنے ملک میں نہ صرف امن وعافیت کے ساتھ رہنے

کی اجازت دی بلکہ قریشیوں کے اس وفد کو خائب و خاسر لوٹا دیا جو مسلمانوں کو حبشہ بدر کروانے اور مکہ واپس لے جانے کے لیے آیا تھا۔[4]

اس انسائیکلوپیڈیا میں عربی کی وہ عبارت جو مستند کتب سیرت نے اور نقل کی ہے وہ ذکر کی گئی ہے اور ساتھ اس نامہ مبارک کا وہ نقش (تصویر) بھی شائع کی ہے جو تاریخ ارض القرآن سے لی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے نامہ بر عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ آپ نجاشی تک نامہ گرامی کے جانے والے تھے اور یہ پہلے سفیر تھے جو صلح حدیبیہ کے بعد سلاطین عالم کی طرف نامہ گرامی لے کر گئے۔ ان کا تعلق کنانہ کی شاخ بنو ضمرہ سے تھا۔ زمانہ جاہلیت میں بھی بڑے بہادر اور بزرگی میں معروف تھے انھوں نے غزوہ بدر واحد میں مشرکین کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تھیں۔ جب مشرکین احد سے واپس گئے تو یہ مسلمان ہو گئے۔ انھوں نے سب سے پہلے سریہ بئر معونہ میں شرکت کی جو ہجرت کے ساتھ کے چوتھے سال پیش آیا۔ اس کے بعد کئی معرکوں میں شرکت کی۔ یہ بڑے ماہر، جری اور پھرتیلے انسان تھے یہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں 55ھ میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔[5]

سیدنا عمرو بن امیہ نے بڑی فصاحت و بلاغت سے نجاشی کے دربار میں گفتگو فرمائی۔ اور بہترین انداز میں دعوت اسلام پیش فرمائی جس کے جواب میں نجاشی نے کہا: وہ نبی ہیں جس کا اہل کتاب انتظار کر رہے تھے اور بے شک عیسیٰ علیہ السلام کا شتر سوار کی بشارت دینا ایسا ہی ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام نے گدھے کی سواری کرنے بے شک خبر مشاہدے کی مانند نہیں ہوتی حبشہ میں میرے حمایتی بہت کم ہیں آپ مجھے اس وقت تک مہلت دیں جب تک میرے طرف دار بڑھ نہ جائیں اور لوگوں کے دل نرم نہ پڑ جائیں۔ ابن سعد کی روایت کیا کہ نجاشی نے نامہ مبارک بڑے احترام سے اپنی دونوں آنکھوں پر پھیرا تخت سے نیچے اتر آیا عاجزی اور احترام کرتے ہوئے زمین پر بیٹھ گیا پھر اسلام قبول کر لیا اور حق کی گواہی دی اور کہا اس نبی تک پہنچنا میرے بس میں ہوتا تو ضرور حاضر خدمت ہوتا۔ نجاشی نے رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں تحائف بھیجے اور رسولِ اکرم ﷺ کے مکتوب گرامی کا جواب دیا۔ جس میں باقاعدہ طور پہ اس نے اللہ پاک کی وحدانیت اور نبی محترم ﷺ کی رسالت کی گواہی دی اور یہ لکھا کہ: میں نے آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے چچازاد کی بیعت کر لی ہے اور ان کے ہاتھ پہ اللہ رب العالمین کی فرمانبرداری قبول کر چکا ہوں۔ میں نے آپ کی طرف اپنے بیٹے ارہا بن ابجر کو بھیجا ہے مجھے صرف اپنے اوپر اختیار حاصل ہے۔ اے اللہ کے رسول! اگر آپ چاہیں تو میں خود بھی حاضر خدمت ہونے کو تیار ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ: اللہ کے رسول! آپ پہ سلامتی ہو۔

رسولِ اکرم ﷺ نے اصحمہ نجاشی کو جو درج بالا دعوتی خط روانہ کیا تھا اس کی دستاویز 1938ء میں دمشق میں حاصل ہوئی۔ یہ نامہ مبارک ایک چمڑے کی جھلی پر ہے یہ جھلی 13.5 انچ لمبی اور 9 انچ چوڑی ہے۔ خط کی کل سترہ سطریں ہیں جو جلی حروف میں لکھی گئی ہیں اور صاف پڑھی جاتی ہیں اس خط کے آخر میں ایک دائرے کی شکل میں مہر بھی لگی ہوئی ہیں جس کا عرض تقریباً ایک انچ ہے۔[6]

مکتوب گرامی بنام قیصر روم ہرقل اعظم

سلطنت روم (بازنطینی سلطنت) کے بادشاہ کا نام ہرقل اور لقب قیصر تھا۔

ہر قل کا زمانہ ایک متواتر جنگی زمانہ تھا ہر قل خود بڑا بہادر اور جری انسان تھا جنگ ہوتی تو سب سے آگے وہی ہوتا اس کو نے اپنا مکتوب گرامی روانہ فرمایا۔

شاہ روم کے دربار میں خط لے کر جانا کوئی آسان کام نہیں تھا کوئی نہی جانتا تھا کہ رومی سلطنت کے بادشاہ کا ردعمل کیا ہو گا۔

کسی کو خود نامزد کرنے کے بجائے صحابہ کے درمیان ایک اعلان فرمایا:

(من ینطلق بصحیفتی هذه الی قیصر وله الجنته)[7]

(کون ہے جو میرا یہ خط لے کر قیصر کے پاس جائے، اس کے لیے جنت ہے؟)

ایک صحابی نے کہا اے اللہ کے رسول! اگر مجھے قتل نہ کیا جائے پھر بھی میرے لیے جنت واجب ہے؟

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

(او ان لم تقتل)[8]

ہاں، چاہے تمہیں قتل نہ کیا جائے۔

اس خطرناک مہم کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنے والے یہ عظیم صحابی سیدنا دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ آغاز اسلام میں ہی مشرف بہ اسلام ہوئے بدر کے سوا تمام غزوات میں شریک رہے نہایت خوبصورت تھے۔ جبریل آمین علیہ السلام بسا اوقات انہی کی شکل وصورت میں وحی لے کر آتے تھے۔ دحیہ کلبی اس وقت کے شام کے تمام شہریوں سے واقف تھے انہوں نے چاروں خلفائے راشدین کا زمانہ پایا ہے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ملک شام میں تقریبا 45ھ میں فوت ہوئے۔

سیدنا دحیہ رضی اللہ عنہ جب شاہ روم ہر قل کے پاس پہنچے تو اس وقت وہ بیت المقدس آرہا تھا اس کے راستے پہ خوبصورت بچھونا قالین بچھایا گیا تھا اس بچھونے پہ چلنے کی کسی کو اجازت نہ تھی۔ سیدنا دحیہ کلبی نے نامہ مبارک ایک ایسی جگہ رکھ دیا جہاں سے قیصر کو گزرنا تھا اور خود ایک طرف ہو گئے۔ جب قیصر وہاں سے گزرا تو اس کی نظر خط پہ پڑی اس نے اسے اٹھالیا اور سردار بشپ کو طلب کیا وہ خط پڑھوایا تو اس نے ہر قل سے کہا کہ مجھے بھی اس خط کے بارے میں اتنا ہی معلوم ہے جتنا کہ آپکو ہے۔ ہر قل نے با آواز بلند اعلان کیا کہ جس نے یہ خط یہاں ڈالا ہے اس کو امان دی جاتی ہے وہ سامنے آجائے۔ یہ سن کر حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سامنے آگئے تو اس نے کہا جب دربار لگے تم اس وقت آجانا۔[9]

دربار میں حضرت دحیہ اور ہر قل کا طویل مکالمہ ہوا آپ نے اس کو دعوت اسلام اور نبی محترم ﷺ کے بارے تفصیل سے بتایا: قیصر نے سب سننے کے بعد نامہ مبارک کو اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے سر پہ رکھا آنکھوں سے لگایا اور بوسہ دیا۔ دربار میں داخل ہوئے تو اس نے محل کے دروازے بند کرنے کا حکم دیا اور پھر اعلان کرایا۔ سن لو! قیصر نے محمد ﷺ کی اتباع قبول کی اور عیسائیت چھوڑ دی ہے۔ یہ سن کر اس کے مسلح سپاہی آگے بڑھے اور محل کو گھیر لیا پھر ہر قل نے نبی محترم کے قاصد کو مخاطب کر کے کہا دیکھ کو مجھے حکومت چھن جانے کا خطرہ ہے، پھر اس نے سپاہیوں کے لیے یہ اعلان کرایا کہ سن لو! قیصر تم سے راضی ہے اس نے محض تمھیں

آزمایا ہے کہ تم اپنے دین میں کتنے پکے ہو۔ اب تم لوٹ جاؤ۔ چنانچہ وہ واپس چلے گئے۔ پھر اس نے رسولِ اکرم ﷺ کو جوابی خط لکھا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں، اس نے کچھ دینار اور تحائف بھی بھیجے۔ قیصر کا جواب سن کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كذب عدو الله ،ليس بمسلم وجود على النصرانيه[10]

اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا وہ مسلمان نہیں ہوا وہ ابھی تک عیسائیت پہ قائم ہے۔

مکتوب گرامی بنام کسریٰ شاہ فارس

اہل فارس یعنی ایرانیوں کے بادشاہوں کا لقب کسریٰ تھا جو فارسی نام خسرو کا معرب ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جو کسریٰ تھا اس کا نام خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں تھا یہ خسرو اول (نوشیرواں) کا پوتا اور ساسانیوں کا آخری بڑا بادشاہ تھا اسے خسرو ثانی بھی کہا جاتا ہے اس کا دور اقتدار 589 تا 628 تھا اس نے 39 سال حکومت کی۔

رسول اللہ ﷺ نے محرم 7ھ میں اس کے نام مکتوب گرامی بھیجا تھا سیدنا شفاء بنت عبد اللہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ سے واپسی پر سیدنا عبد اللہ بن حذافہ سہمی کو خط دے کر کسریٰ کی طرف روانہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے اس خط پر مہر بھی ثبت کرائی تھی۔[11]

سیدنا عبد اللہ بن حذافہ ارشاد نبوی کے مطابق بحرین کے حاکم منذر بن ساوی کے پاس پہنچے اور خط اس کے حوالے کر دیا۔ یا پھر منذر خود ہی کسریٰ کے پاس نامہ مبارک لے کر چلا گیا۔

یہ بھی ممکن ہے کہ حاکم بحرین نے عبد اللہ بن حذافہ کو ہی کسریٰ کے پاس بھجوا دیا ہو اور انہوں نے خود ہی وہ خط کسریٰ کے حوالے کیا ہو۔ سفیر رسول حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے انتہائی عمدگی سے اس کو پیغام پہنچایا لیکن اس جامع گفتگو کا کسریٰ پہ کوئی اثر نہیں ہوا اس کی بدبختی اس پہ غالب آگئی اس نے نامہ مبارک لے کر پھاڑ دیا اور متکبرانہ انداز میں بولا۔

"میرے پاس زبردست حکومت ہے مجھے اس کے چھن جانے کا خوف نہیں اس میں میرا کوئی شریک نہیں"

ایک روایت میں ہے کہ کسریٰ نے نامہ مبارک پڑھا اور پھاڑ دیا پھر فخر و غرور سے بولا کہ "میرا غلام ہو کر ایسی بات لکھتا یا یہ کہا کہ میرا غلام ہو کر مجھ سے پہلے اپنا نام لکھتا ہے"۔[12]

سیدنا عبد اللہ بن حذافہ نے مدینہ آکر نبی اکرم ﷺ کو اس واقعے کی خبر دی تو آپ ﷺ نے بد دعا کی کہ اس کے بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اسکے اور اس کی امت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں"[13]

نامہ مبارک کو پارہ پارہ کرنے کے بعد کسریٰ نے اپنے یمن کے گورنر باذان کو لکھا کہ یہ شخص جو حجاز میں ہے۔ اس کے ہاں اپنے دو مضبوط اور طاقتور آدمی بھیجو اور اسے گرفتار کریں باذان نے حکم کی تعمیل کی۔ دو شخص روانہ کیے ایک کا نام بابویہ جو اس کا سیکرٹری اور اکاؤنٹنٹ تھا اور دوسرے کا نام خرخرہ تھا یہ ایرانی تھا جب وہ وہاں پہنچے انتہائی غرور تکبر سے گفتگو کی اور حکم دیا کہ آپ ہمارے ساتھ کسرہ کے دربار میں حاضر ہوں رسولِ اکرم ﷺ نے ان کو اگلے دن صبح دوبارہ حاضر ہونے کا کہا جب مدینہ منورہ میں یہ بات ہو رہی

تھی تو کسریٰ کے محل میں اسی رات کو بغاوت ہوگئی اور کر کے بادشاہت پر قبضہ کر لیا۔ اگلی صبح جب وہ رسولِ اکرم ﷺ کے سامنے حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو اس بات کی اطلاع دی کہ تمہارے رب کو میرے رب نے قتل کر دیا ہے۔

باذان کے بھیجے ہوئے دونوں ایلچی رسول اللہ کا پیغام لے کر مدینہ سے صنعاء واپس پہنچے اور باذان کو رسول اللہ کا جواب پہنچایا باذان نے کہا اللہ کی قسم یہ کسی بادشاہ کا کلام نہیں ہے میرے خیال میں وہ یقینا نبی ہیں جیسا کہ وہ خود کہہ رہے ہیں جو کچھ انہوں نے کہا ہے وہ ہو کر رہے گا اگر یہ (کسریٰ طرح کے قتل ہو جانے والی) بات سچ نکلی تو وہ واقعی اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے سچے نبی ہیں اور اگر ایسا نہ ہوا تو ہم ان کے بارے میں کوئی رائے اختیار کریں گے ..اس موقع پر بابویہ نے باذان سے کہا مجھے زندگی میں بہت سے لوگوں سے بات چیت کرنے کا موقع ملا ہے لیکن میں نے ان سے زیادہ بارعب شخصیت کبھی نہیں دیکھی باذان نے کہا کیا اس کے ساتھ کچھ سپاہی اور محافظ بھی تھے باذان نے کہا نہیں اس نے یہ سوال اس لیے کیے تاکہ اسے یہ پہچاننے میں مدد ملے کہ وہ واقعی نبی ہیں۔[14]

تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ باذان کو شہرویہ کا خط موصول ہوا اس میں لکھا تھا:

امابعد! میں نے کسریٰ کو قتل کر دیا ہے کیونکہ اس نے ایرانیوں پر ظلم کی انتہا کر دی تھی انہیں تباہ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی اے باذان تمہیں میرا یہ خط وصول ہو جائے تو اپنے لوگوں سے میری اطاعت کا عہد لے لینا اور اس شخص کے پاس جاؤ جس کے بارے میں تمہیں خط لکھا تھا اور میرا اگلا حکم آنے تک اس سے کوئی تعارض نہ کرنا باذان نے شیرویہ کا خط پڑھا تو بے ساختہ کہا بے شک وہ شخص محمد رسول اللہ ہی ہیں۔ اس کے بعد باذان اور یمن میں موجود ابنائے فارس مسلمان ہو گئے باذان نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کی قبول اسلام کی خبر رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں لکھ بھیجی آپ نے ان کی اسلام قبول کرنے پر مسرت کا اظہار فرمایا اور انہیں ان کے مناصب پر برقرار رکھا۔[15]

"رسولِ اکرم ﷺ نے کسریٰ کے نام جو خط روانہ فرمایا تھا وہ مدائن میں پایا گیا یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ مدینہ سے مدائن کیسے پہنچا۔ ڈاکٹر منجد کے مطابق یہ مکتوب رق یعنی چمڑے کی جھلی کے ایک ٹکڑے پر لکھا گیا ہے اسے ایک سبز کپڑے پر چسپاں کر کے شیشے کے فریم میں محفوظ کیا گیا ہے اور یہ بوسیدہ ہو چکا ہے اس کا رنگ کہیں کہیں کالا اور زیادہ تر بھورا ہے حاشیے سیاہ پڑ گئے ہیں۔ اس کی لمبائی 28 سینٹی میٹر اور چوڑائی ساڑھے 21 سینٹی میٹر ہے اس کا اوپری حصہ نچلے حصے سے چھوٹا ہے یہ مکتوب گرامی 15 سطروں پر مشتمل ہے جن کی لمبائی ڈیڑھ سینٹی میٹر سے ساڑھے 21 سینٹی میٹر تک ہے خط کے آخر میں تین سینٹی میٹر قطر کی مہر ہے یہ گول شکل کی ہے اس تحریر پر پانی کے بہاؤ کے نشانات بھی ہیں جو اوپر سے نیچے کی طرف جاتے دکھائی دیتے ہیں اس وجہ سے چند حروف اور الفاظ مٹ چکے ہیں جگہ جگہ روشنائی مدہم پڑ گئی ہے اور مہر کا مضمون تو بالکل غائب ہو چکا ہے صرف ایک حرف ر موجود ہے[16] "

مکتوب گرامی بنام مقوقس شاہ مصر و اسکندریہ

حدیبیہ سے واپسی پر رسولِ اکرم ﷺ نے فرمانروائے مصر و اسکندریہ مقوقس کے نام بھی دعوتی خط ارسال فرمایا تھا۔

مصر کے بادشاہوں کا لقب مقوقس ہے اسی طرح جس طرح ماضی میں مصر کے بادشاہ فرعون کہلاتے تھے مقوقس کے معنی ہیں عمارت کو بلند کرنے والا۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جو مقوقس تھا اس کا نام جریج بن مینا بن قرقوب قبطی تھا۔ یہ عیسائی تھا اور قیصر روم کا تابع تھا۔ دوسرا ابنیامین تھا اور اسکے عہد میں مسلمانوں نے مصر فتح کیا تھا۔ اس نے رومیوں کے خلاف مسلمانوں کی مدد کی۔

رسولِ اکرم ﷺ نے مقوقس کا خط روانہ کرنے کے لیے اپنے صحابہ کے درمیان یہ اعلان فرمایا اے لوگو کون ہے جو میرا یہ خط شاہ مصر تک پہنچائے اس کا اجر و ثواب اللہ تعالی کے ذمے ہو گا رسول اکرم ﷺ فرمان سننا تھا کہ سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ لپک کر آگے آگئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسول یہ خط میں پہنچاؤں گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

بارک اللہ فیک یا حاطب[17]

اے حاطب اللہ تعالیٰ تمھیں برکت دے۔

زمانہ جاہلیت میں عظیم شہسواروں اور بڑے شعراء میں شمار ہوتے تھے بلحاظ پیشہ بہت بڑے تاجر تھے اس کے بعد بھی تمام معرکوں میں رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ شریک رہے جب خط لے کر گئے تھے اس وقت ان کی عمر 42 سال تھی 30 ہجری میں 65 سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

طویل مکالمہ اس کتاب میں نقل کیا گیا ہے جس میں انتہائی احسن انداز میں حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے اسلام کی دعوت کو مقوقس کے سامنے پیش کیا جس کے بعد ماؤس نے کہا کہ

> میں جانتا تھا کہ ابھی ایک بنی نے آنا ہے لیکن میرا خیال یہ تھا کہ ان کا ظہور شام میں ہو گا کیونکہ ان سے پہلے اکثر نبی اسی علاقے میں ائے تھے اب میرا خیال ہے کہ وہ عرب کے قحط زدہ اور شوریلی زمین سے نمودار ہو گئے ہیں ان کی اتباع کرنے کے معاملے میں قبطی میرا ساتھ نہیں دیں گے گفتگو کی ان کو کانوں کان خبر ہو۔ وہ بہت سے ملکوں پر غالب ائیں گے اور ان کے ساتھی ان کے بعد ہماری اس مملکت کو فتح کر لیں گے میں قبطیوں کو اس گفتگو کا ایک حرف بھی نہیں بتاؤں گا اب تم اپنے صاحب محمد ﷺ کے پاس چلے جاؤ۔[18]

اس گفتگو کے بعد مقوقس نے اپنی عربی کاتب کو بلایا اور رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں درج ذیل جوابی خط تحریر کرایا۔۔

اس خط میں اس نے لکھا کہ لکھا کہ آپ کا قاصد آیا اس نے آپ کا نامہ مبارک پڑھا اور ہے کو پڑھا اور سمجھا میں جانتا تھا کہ ابھی ایک نبی کو آنا ہے اور میرا خیال تھا کہ وہ نبی شام میں پیدا ہو گا۔ میں نے آپکے قاصد کی عزت و توقیر کی ہے۔ میں آپ کی خدمت میں دو لونڈیاں روانہ کر رہا ہوں عام لونڈیاں نہیں ہیں بلکہ قبطیوں میں ان کا بہت بڑا درجہ ہے کچھ ملبوسات بھی پیش خدمت ہیں آپکی سواری کے لیے خچر بھی روانہ کر رہا ہوں۔۔ والسلام علیک

مقوقس مسلمان نہیں ہوا تاہم اس نے اپنا مذکورہ خط اور تحائف رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں نہایت محبت اور احترام کے ساتھ بھجوائے سیدنا حاطب مقوقس مجھ سے بڑی عزت و احترام سے پیش ایا مجھے اس کے دروازے پر زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا میں صرف وہاں پانچ دن رہا پھر میں مدینہ واپس آیا۔رسولِ اکرم ﷺ نے مقوقس کا خط اور تحفے قبول کر لیے اور فرمایا:

(ضن الخبيث بملكه ولا بقاء لملكه)[19]

خبیث اپنی حکمرانی پر پر ریجھ گیا ہے حالانکہ اس کی حکومت باقی نہ رہے گی۔

یہ مکتوب مبارک مصر میں دریافت ہوا اس کی شکل مستطیل ہے یہ کل 12 سطروں پر مشتمل ہے اس میں بشمول مہر نبوی 67 کلمات مبارک ہیں یہ کالی روشنائی سے ایک صاف چمڑے پر مدنی رسم الخط میں لکھا گیا ہے خط کی ترتیب اور کتابت بہت عمدہ ہے خط کی سطریں سیدھی ہیں سطروں کے درمیانی فاصلہ تقریبا برابر ہے یہ خاطر اور ہر قل کے نام لکھا گیا خط آپس میں مشابہ ہیں۔[20]

حاکم دمشق حارث بن ابی شمر غسانی کو نامہ مبارک

حارث قیصر روم کی طرف سے شام دمشق کے سرحدی علاقوں کا حاکم تھا اس کی رہائش (غوطہ دمشق) یعنی دمشق کے بہت سرسبز و شاداب علاقے میں تھی۔اس نے نہیں کیا اور سال فوت ہو گیا البدایہ والنہایہ میں حارث کے بجائے منذر بن حارث بن حارث درج ہے لیکن ابن ہشام نے ہر حارث ہی لکھا ہے۔

حارث بن ابی شمر کے نام نامہ مبارک لے کر جانے والے صحابی سیدنا شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ تھے ان کی کنیت ابو وہب تھی ان کا تعلق بنو اسد بن اسد خزیمہ سے ہے یہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ معرکہ ہنامہ میں شہید ہو گئے۔ نامہ مبارک کا مضمون حسبِ ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے حارث بن ابی شمر کے نام

اس شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ پر ایمان لائے اور اسکی تصدیق کرے۔میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تم اللہ تعالی پر ایمان لاؤ جو اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں تمہارے لیے تمہاری حکومت باقی رہے گی۔[21]

سیدنا شجاع رضی اللہ عنہ اور حارث کی باہمی بات چیت

حضرت حارث بیان کرتے ہیں کہ جب میں اس کے دربار میں پہنچا تو اس نے مجھے اپنے پاس بلایا میں نے اسے نامہ مبارک دیا اس نے اسے پڑھا اور پھینک دیا پھر کہنے لگا مجھ سے میرا ملک کون چھینے گا؟ اور جو بھی ہے می اس پر لشکر کشی کروں گا چاہے وہ اب یمن بھی ہو میں وہاں بھی جا دھمکوں گا۔ لوگوں کو میرے پاس بلاؤ رات گئے تک اس کے پاس لوگ آتے رہے پھر اس نے گھوڑے کو نعل لگانے کا حکم دیا پھر مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا تم جو دیکھ رہے ہو یہ سب کچھ اپنے صاحب کو بتا دینا۔

اس کے بعد اس نے قیصر کو میرے بارے میں اطلاع دی یہ خبر قیصر کو ایلیا میں موصول ہوئی اس وقت تک سیدنا دحیہ رضی اللہ عنہ بھی قیصر کے پاس رسول اللہ کا نام مبارک لے کر پہنچ چکے تھے جب قیصر نے حارث کا خط پڑھا تو اس تو اس نے فوراحارث کو لکھ بھیجا کہ تو محمد ﷺ پر لشکر کشی نہ کرو اسے چھوڑ دو تم ایلیا آو اور مجھ سے ملو سیدنا شجاع فرماتے ہیں جب یہ خط آیا تو میں وہیں تھا حارث نے مجھے بلایا اور پوچھا کہ تم کب واپس جاؤ گے چنانچہ اس نے ایک 100 مثقال سونا دینے کا حکم دیا اور رومی باشندے (دربان) نے بھی چپکے سے میرے لیے کچھ نان نفقہ اور کپڑے وغیرہ بھیجے اور کہ رسولِ اکرم ﷺ کو میری طرف سے سلام کہنا اور انہیں بتانا کہ میں آپ کے دین کا پیروکار ہوں۔

شجاع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے روانہ ہوا اور مدینہ منورہ پہنچ کر سارا واقعی رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں سنایا رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کا ملک تباہ ہو جائے گا اور اس کی بادشاہت جاتی رہے گی۔

بعض اہل سیرت نے لکھا ہے کہ حارث مسلمان ہو گیا تھا لیکن قیصر کی طرف سے قتل کیے جانے کے خوف سے اس نے اپنا اسلام کا اظہار نہ کیا۔

جبلہ بن ایہم غسانی کے نام نبی ﷺ کا مکتوب مبارک

جبلہ اس دور کے مشہور نوابوں میں سے تھا وہ بہت لمبا تنگڑا آدمی تھا کہا جاتا ہے اس کا قد 12 بالشت کے برابر تھا سواری پہ سوار ہو جاتا تو بھی پاؤں زمین پہ لگتے تھے۔ یہ شخص ہرقل کو پسند آیا اس نے اپنی بیٹی کی شادی اس سے کر دی۔ جبلہ آخری غسانی بادشاہ تھا اس کی ریاست رومیوں کی جاگزار تھی۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت کا ارادہ فرمایا اور اس کی طرف خط ارسال فرمایا

سفیر رسول کا انتخاب، جبلہ کی طرف بھی شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو ہی بھیجا گیا

سیدنا شجاع جبلہ کے دربار میں پہنچے تو انہوں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا اے جبلہ تیری قوم نے اس رسولِ اکرم ﷺ کو ان کے گھر سے نکال کر انصار کے گھر پہنچا دیا ہے انصاریوں نے انہیں اپنے ہاں انکو جگہ دی ہے انکی حفاظت اور مدد کی ہے یہ دین جس پر تم ہو یہ تمہارا آبائی دین نہیں ہے۔ تم ملک شام کے بادشاہ بن گئے ہو شام رومیوں کے ماتحت ہے۔[22] رومی عیسائی ہیں اس لیے تم بھی عیسائی بنے ہوئے ہو اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو اہل شام بھی تمہارے مطیع ہوں گے اور رومی بھی تم سے خوفزدہ ہو جائیں گے اگر ایسا نہ ہوا تو انہیں صرف یہ دنیا ملے گی جبکہ تم آخرت کما لو گے تم گرجا گھروں کو مساجد ناقوس کو اذان، عید شعانین کو جمعہ اور صلیب کو قبلے کے ساتھ بدل لو۔

اللہ کی قسم میں تو چاہتا ہوں کہ یہ سارے لوگ اس نبی پر اس طرح جمع ہو جائیں جس طرح وہ آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے پر اکٹھے ہوئے ہیں میری قوم اگر اس نبی پر اتفاق کر لیتی ہے تو مجھے خوشی ہو گی اس محمد ﷺ نے بت پرستوں اور یہودیوں کو قتل کیا اور عیسائیوں کو کچھ نہ کہا اس کا یہ عمل مجھے بہت پسند آیا ہے۔ جنگ موتہ کے موقع پر قیصر نے مجھے تمہارے نبی کے صحابہ سے لڑنے کے لیے کہا تھا لیکن میں نے انکار کر دیا پھر بھی میں اس نبی کو برحق دیکھ رہا ہوں نہ کہ بر بنائے باطل، اس لیے میں ابھی اس معاملے پر غور

کروں گا۔ بعض روایات میں ہے کہ جبلہ مسلمان ہو گیا تھا اور اس نے رسولِ اکرم ﷺ کے نامہ مبارک کا جواب بھی دیا تھا جس میں اس نے اپنے اسلام کا اقرار و اظہار کیا تھا اور کچھ تحائف بھی بھیجے تھے وہ اپنے اسلام پر ثابت قدم رہا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس نے حج بھی کیا۔

اس کے برعکس دیگر روایات میں ہے کہ جبلہ نے جنگ یرموک 636 میں حصہ لیا جب شکست خوردہ قیصر قسطنطنیہ واپس چلا گیا تو جبلہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی اطاعت قبول کر لی اور اسلام لے آیا لیکن بعد میں پھر مرتد ہو گیا۔

جبلہ بن ایہم غسانی مسلمان ہوا تو اس نے اپنے اسلام کے بارے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا اور مدینہ آنے کی اجازت چاہی سیدنا عمر کو بہت خوشی ہوئی آپ نے اسے مدینہ آنے کی اجازت دے دی چنانچہ وہ اپنے خاندان کے 250 افراد کے ساتھ مدینہ روانہ ہو گیا جب مدینہ کے قریب پہنچا تو اس نے اپنے ساتھیوں کو گھوڑوں پر سوار ہونے کا حکم دیا اپنے سر پر تاج پہن لیا اس کی یہ شان و شوکت دیکھنے کے لیے مدینہ کا ہر بچہ بوڑھا اور نوجوان نکل آیا جب یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عزت اور تحقیق سے نوازا اس کے لیے مخصوص نشست کا بندوبست کیا چنانچہ جتنا عرصہ مدینہ میں عزت کے ساتھ رہا۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج پہ روانہ ہوا اور وہاں بیت اللہ کے طواف کے دوران بنو فزارہ کے ایک آدمی کا پاؤں جبلہ کی چادر پر جا پڑا اس وجہ سے چادر اتر گئی جبلہ کو بڑا غصہ آیا اس نے فزاری کو اتنے زور سے طمانچہ مارا کہ اس کی ناک زخمی ہو گئی اور اس سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دی فزای نے سیدنا عمر سے شکایت کی آپ نے اسے طلب کیا اور اسے کہا کہ کیا معاملہ کیا ہے؟؟ جبلہ نے کہا کہ اس نے میرے تہہ بند اتارا ہے جس وجہ سے میں نے اس کے ساتھ ایسے کیا۔ اگر مجھے بیت اللہ کی حرمت کا لحاظ نہ ہوتا تو تلوار سے اس کی گردن اتار دیتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اب تو نے خود اقرار جرم کر لیا اس لیے یا تو اسے راضی کر لو ورنہ قصاص کے ساتھ دینے کے لیے تیار ہو جاؤ جبلہ نے کہا کیا مطلب قصاص میں کیا ہو گا؟ عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا جیسا تم نے اس کے ساتھ برتاؤ کیا ہے ویسے یہ تمہارے ساتھ کرے گا جبلہ نے کہا اس شخص کے لیے آپ برابری کا معاملہ فرما رہے ہیں حالانکہ میں بادشاہ اور یہ عام آدمی حضرت عمر نے ارشاد فرمایا اسلام میں تم دونوں برابر ہو تمھیں کوئی فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی سوائے اس کی کہ تم تقوی کے ذریعے فضیلت اختیار کر لو جبلہ نے کہا میں تو سمجھتا تھا اسلام قبول کرنے کے بعد میری عزت میں اضافہ ہو گا اس سے بہتر تھا میں عیسائیت قبول کر لوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم عیسائیت اختیار کرو گے تو پھر تمہاری ہم گردن اتار دیں گے کیونکہ اسلام قبول کرنے کے بعد اگر کوئی شخص اسلام کو چھوڑ دیتا ہے تو اس کی سزا قتل ہے جبلہ نے کہا بہت اچھا، آپ مجھے اج رات کی مہلت دیں میں اس بارے میں غور کرتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ بات تم اپنے ملزم سے پوچھو اگر وہ مہلت دیتا ہے تو ٹھیک ہے فزاری نے کہا امیر المومنین میں اسے ایک رات کی مہلت دیتا ہوں چنانچہ حضرت عمر نے اسے اپنے خیمے تک جانے کی اجازت دی اس مہلت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر جبلہ راتوں رات اپنے ساتھیوں کو لے کر قسطنطنیہ بھاگ گیا۔ وہاں اس نے عیسائیت

اختیار کر لی اور اسی حالت میں مر گیا ،ایک قول یہ بھی ہے کہ بعد میں اس نے اپنے مرتد ہونے پر بہت شرمندگی ہوئی اس نے دوبارہ اسلام قبول کیا اور اسے اسلام کی حالت میں ہی موت آئی۔[23]

ہوذہ بن علی رئیس یمامہ کے نام مکتوب مبارک

ہوذہ بن علی بن ثمامہ بن عمرو الحنفی۔ اس کا تعلق بنو حنیفہ سے تھا اور مذہباً عیسائی تھا اپنی قوم کا شاعر اور بہت بڑا خطیب تھا اہم امور میں کسریٰ سے براہ راست ملاقات کرتا تھا کسریٰ بھی اس کی بہت عزت کرتا تھا۔۔ ہوذہ کو ذوالتاج بھی کہا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے مکتوب مبارک کی ملنے کے کچھ عرصہ بعد یہ شخص فوت ہو گیا۔[24]

ہوذہ کی طرف سفیر نبوی کا انتخاب

رسولِ اکرم ﷺ نے ہوذہ کے نام خط لیجانے کے لیے سیدنا سلیط بن عمرو کو منتخب فرمایا۔

شروع میں اسلام قبول کرنے والوں میں سے تھے حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کی بختاور دوسرے غزوات میں شریک رہے یہ اکثر یمامہ جاتے رہتے تھے اسی لیے نامہ مبارک کے لیے آپ کا انتخاب ہوا۔

"نبی محترم نے ہوذہ کو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلامتی اسی کے لیے ہے جس نے ہدایت کی پیروی کی جان لو کہ میرا دین وہاں تک پہنچ کے رہے گا جہاں تک اونٹ اور گھوڑے جاسکتے ہیں ، مسلمان ہو جاؤ سلامت رہو گے اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو میں تمھارا مال ومتاع اور ریاست سب کچھ تمھیں عطا کر دوں گا"

اس کے بعد ہوذہ نے جوابی خط لکھا:

" آپ کی دعوت بہت عمدہ اور نہایت دلکش ہے میں اپنی قوم کا شاعر اور خطیب ہوں عرب کے لوگ میری شعلہ بیانی سے ڈرتے ہیں اگر آپ مجھے حکومت میں کچھ تفویض کریں تو میں اپ کی پیروی کے لیے تیار ہوں "

سیدنا سلیط یہ خط اور اس کی طرف سے دیے ہوئے کچھ تحفے جن میں علاقہ ہجر کے کپڑے بھی تھے لے کر مدینۃ النبی کی طرف روانہ ہو گئے انہوں نے یہ ساری چیزیں رسولِ اکرم ﷺ کے سپرد کیں رسولِ اکرم ﷺ نے خط پڑھ کے فرمایا

(اگر وہ مجھ سے زمین کا ایک ٹکڑا بھی مانگے تو اسے نہیں دوں گا اور جو کچھ اس کے پاس ہے سب کچھ ہلاک ہو جائے گا چنانچہ رسولِ اکرم ﷺ مکہ فتح واپس کر کے واپس آ رہے تھے تو جبرائیل ہوذہ کی ہلاکت کی خبر لے کر آئے۔[25]

مکتوب گرامی بنام شاہ بحرین منذر بن ساوی عبدی تمیمی

شاہ ایران نے منذر بن ساوی کو بحرین کا حاکم مقرر کر لیا تھا اس کا تعلق بنی تمیم سے تھا یہ مجوسی تھا۔

دور جاہلیت میں علاقہ ہجر کے بازار کے تاجروں سے منافع کا دسواں حصہ وصول کرتا تھا۔ یہ اللہ کے رسول کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے مسلمان ہو گئے اور بعد میں بہت اچھے مسلمان ثابت ہوئے۔ یہ مسلمان ہونے کے بعد بھی بدستور بحرین کے حاکم رہے۔

یہ مکتوب سیدنا علاء بن عبد اللہ بن عماد حضرمی لے کر گئے تھے ان کے والد کا تعلق حضر موت سے تھا اس لیے انہیں حضرمی کہتے تھے۔ علاء مکہ میں ہی پیدا ہوئے انہوں نے دعوت اسلام کے آغاز میں ہی اسلام قبول کر لیا۔

علاء، منذر بن ساوی کے مقربین میں سے تھے اور امور سلطنت چلانے میں ان کے معاون تھے منذر کی وفات کے بعد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انھیں بحرین کا والی بنا دیا۔ بعد ازاں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی منصب پہ بر قرار رکھا۔[26]

خط کا متن حسبِ ذیل ہے:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے منذر بن ساوی کے نام، سلامتی اسی کے لیے جو ہدایت کا پیرو کار بنے۔

امابعد!"میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے اور اللہ تعالی تمہاری حکومت بر قرار رکھے گا اور جان لو کہ میرا دین وہاں تک پہنچے گا جہاں تک اونت اور گھوڑے پہنچ سکتے ہیں۔

آخر میں مہر بھی لگائی گئی

اس خط کے بعد سفیر رسولِ اکرم ﷺ سے منذر نے طویل گفت وشنید کی اور اس کے بعد کلمہ شہادت پڑھا اور اسلام قبول کر لیا اور سیدنا علاء رضی اللہ عنہ کی خوب خاطر مدارت کی منذر صرف اپنے اسلام تک محدود نہیں رہے بلکہ انہوں نے تمام اہل بحرین کو اسلام کی دعوت دی جس کے نتیجے میں کچھ لوگ مسلمان ہو گئے جبکہ بعض اپنے دین پر قائم رہے۔[27]

شاہان عمان کے نام نبی ﷺ کا مکتوب گرامی

جیفر اور اس کا بھائی عبد۔ جن کے والد کا نام جلندی تھا ، عمان اور اس کے گردونواح کے مالک تھے مذہباً عیسائی تھے ان کی طرف رسولِ اکرم ﷺ نے سیدنا عمرو بن عاص کو خط دے کر بھیجا۔ جو قریش کی شاخ بنو سہم سے تعلق رکھتے تھے کنیت ابو عبد اللہ تھی عرب کے بڑے سیاسی لیڈروں میں شمار ہوتے تھے مکہ میں پیدا ہوئے اوائل میں مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمنوں میں شمار ہوتے تھے انھی کو قریش نے نجاشی کے پاس اپنا سفیر بنا کے بھیجا تھا کہ وہ نجاشی سے گفتگو کر کے مہاجرین کو حبشہ سے نکلوائیں۔۔ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے انہیں عمان جانے کے لیے منتخب فرمایا کیونکہ وہ اس علاقے کو اچھی طرح جانتے تھے اور معاملات احسن انداز سے نبھا سکتے تھے اپ نے انہیں عمان پر عامل بھی مقرر کیا تھا وہ اپ کی وفات تک وہیں مقیم رہے انہوں نے 43 ہجری میں وفات پائی۔[28]

حضرت عامر ابن العاص فرماتے ہیں کہ ان دو بھائیوں میں سے پہلے میں عبد کے پاس گیا وہ بہت نرم خور حلیم و تبہ ادمی تھا اس نے میں نے اس سے کہا میں رسولِ اکرم ﷺ کی طرف سے تمہارے تمہارے بھائی کی طرف بحیثیت قاصد ایا ہوں اب میرا بھائی بل اعظم عمر اور حکومت مجھ سے مقدم ہے میں اپ کو اپنے بھائی کے واس لے جاتا ہوں وہی وہ مکتوب پڑھے گا جو اپ لائے ہیں حضرت عمر بن

العاص فرماتے ہیں کہ اس نے مجھے اپنے بھائی کے واس لے لیا لیکن اس سے قبل عبد نے مجھ سے بہت زیادہ سوال و جواب اس سارے دین اور تبلیغ کے بارے میں کیے جن کے خاطر خواہ جواب حضرت عمرو ابن العاص نے دیئے۔

> سیدنا عمرو بن العاص کا بیان ہے کہ میں چند دن جافر کے دروازے پر ہی منتظر رہا اس کے بھائی عبد نے اس تک میری باتیں پہنچا دی تھیں ایک دن اس نے مجھے بلا لیا میں اندر داخل ہوا تو اس کے محافظوں نے مجھے میرے بازوں سے پکڑ لیا اس نے کہا مجھے چھوڑ دو پھر جب میں دربار میں بیٹھنے لگا تو انہوں نے مجھے بیٹھنے نہیں دیا میں نے بادشاہ کی طرف دیکھا تو اس نے کہا تم جو کہنا چاہتے ہو کہو، میں نے فورا رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی اس کے حوالے کیا اس نے پڑھا اور میں نے محسوس کیا کہ اس کا بھائی اس سے زیادہ نرم خو ہے پھر ہمارے درمیان گفتگو ہوئی۔
>
> جعفر بتاؤ کہ قریش نے کیا طرز عمل اختیار کیا میں نے کہا قریشیوں نے محمد ﷺ کے دین میں رغبت رکھتے ہوئے یا تلوار کے ڈر سے ان کی پیروی اختیار کر لی ہے۔[29]

خطوط کے اثرات ونتائج

رسول اللہ ﷺ نے خارجہ امور میں غیر معمولی سیاسی بصیرت کا ثبوت دیا اور بعد میں آنے والے حکمرانوں کے لیے ایک یادگار مثال چھوڑ گئے آپ نے بڑی قوت، شجاعت اور استقامت کا مظاہرہ کیا۔ان حالات میں رسول اللہ کے علاوہ کوئی اور شخص ہوتا تو معاملات کے انجام سے ڈر کر شاید پیچھے ہٹ جاتا خاص طور پر جب کہ ان میں سے بعض خطوط اپنے وقت کے سب سے طاقتور حکمرانوں ہرقل، کسریٰ اور مقوقس وغیرہ کو بھی لکھے گی جن کی سرحدیں عرب کے ساتھ ملتی تھیں اور اس کا جواب فوری جنگ بھی ہو سکتا تھا۔۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی دعوت پہنچانے پر مامور تھے آپ نے ابلاغ حق کا فریضہ انتہائی کٹھن حالات میں بھی پوری قوت ارادی سے انجام دیا اس سلسلے میں آپ کو اللہ رب العزت کی خاص نصرت حاصل تھی آپ کی اس دلیرانہ سیاست کے یہ نتائج ظاہر ہوئے کہ رسول گرامی قدر نے سیاست کے ذریعے سے بین الاقوامی سطح پر ایسے مذہبی تعلقات کی بنیاد رکھی جن سے پوراعالم انسانیت یکثر بے خبر تھا . آپ کے دانشمندانہ اقدامات سے اسلامی حکومت کی قوت ہر جگہ تسلیم کی گئی۔

اس خط وکتابت سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکمرانوں اور امراء کی نیتوں کے بھید اور سیاسی پالیسیوں کے اسرار معلوم ہو گئے اور آپ کو بخوبی علم ہو گیا کہ وہ لوگ آپ کی دعوت کے متعلق کیا سوچتے ہیں۔

اسلامی دعوت کے عالمگیر ہونے کی یہ ایک عملی تدبیر تھی کہ آپ نے جزیرہ عرب سے باہر کی حکمرانوں سے خط وکتابت کی۔ حق یہ ہے کہ جزیرہ نمائے عرب کی سرحدوں کے ساتھ جن ممالک کی سرحدیں ملتی تھیں وہاں کے حکمرانوں اور عرب امارات کے نام رسول اللہ کے خطوط سے آپ کے عالمی سیاست کا آغاز ہوا اس طرح اسلامی حکومت کا مرتبہ بہت بلند ہو گیا بین الممالک عظیم دینی

اور سیاسی رتبہ حاصل ہوا۔ یہ سب کچھ فتح مکہ سے پہلے ہوا اسی سیاست سے عام الوفود کی بطور تمہید تمام بلاد عرب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و منزلت روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی۔

سفارشات

سلاطینِ عالم کو رسولِ اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے لکھے گئے خطوط بین الاقوامی تعلقات، دعوتی حکمت، اور اسلامی سفارت کاری کی روشن مثال ہیں۔ ان خطوط سے ہم موجودہ دور کی خارجہ پالیسی اور عالمی سفارتی حکمتِ عملی کے لیے کئی قیمتی سفارشات اخذ کر سکتے ہیں۔ ذیل میں عصرِ حاضر کے لیے چند جامع سفارشات پیش کی جا رہی ہیں، جو ان خطوط کی روشنی میں تیار کی گئی ہیں۔

- بین الاقوامی تعلقات میں نرمی، اخلاق، اور حکمت کو بنیاد بنایا جائے، جیسا کہ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے غیر مسلم حکمرانوں کو دعوتِ اسلام دیتے ہوئے اختیار کیا۔
- موجودہ دور میں سفارتی زبان میں تلخی یا جبر کے بجائے نرم انداز اور مثبت مکالمے کو فروغ دیا جائے۔ نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے خطوط میں عدل، امن، اور انسانیت کا پیغام دیا۔ موجودہ پالیسیوں میں بھی ان اقدار کو مرکزی حیثیت دی جائے، تاکہ عالمی سطح پر ایک پر امن اور تعمیری ماحول پروان چڑھے۔
- نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی دعوت صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ تمام انسانیت کے لیے تھی۔ آج کے دور میں بھی اسلام کے عالمگیر پیغام کو اُجاگر کرتے ہوئے مذہبی رواداری کو فروغ دینا ضروری ہے۔
- نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے بغیر کسی مرعوبیت کے خطوط بھیجے، جو اسلامی نظریہ اور خود اعتمادی کی علامت تھے۔ آج بھی خارجہ پالیسی میں نظریاتی خودداری اور خود اعتمادی کو مقدم رکھا جائے۔
- ان خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ بین الاقوامی روابط صرف مفادات پر نہیں بلکہ نظریات اور اقدار پر بھی قائم کیے جا سکتے ہیں۔ لہٰذا صرف معاشی یا سیاسی مفادات پر نہیں بلکہ اقدار پر مبنی تعلقات کو اہمیت دی جائے۔
- جیسے نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مختلف سلاطین کو ان کی زبان، مقام اور حیثیت کے مطابق خطوط لکھے، آج کے دور میں ڈیجیٹل ڈپلومیسی، ثقافتی سفارت کاری، اور تعلیمی تبادلے جیسے جدید ذرائع کو بھی استعمال کیا جائے۔
- مدارس، جامعات اور سفارتی اداروں میں ان خطوط کو نصاب کا حصہ بنایا جائے تاکہ اسلامی سفارت کاری کا اصل چہرہ نئی نسل کو سمجھ آ سکے۔
- نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے جن صحابہ کرامؓ کو سفیر بنا کر بھیجا، وہ اعلیٰ کردار، دیانت دار، اور فہم و فراست کے مالک تھے (جیسے حضرت دحیہ کلبیؓ، حضرت عبد اللہ بن حذافہؓ، حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ)۔ آج کے سفیروں کے لیے بھی لازم ہے کہ وہ صرف سیاسی وابستگی کی بنیاد پر نہ ہوں بلکہ اخلاق، علمی بصیرت، اور تہذیبی فہم کے حامل ہوں۔ نبوی خطوط کے سفیر جہاں اسلام کا پیغام لے کر جاتے، وہاں اسلامی تہذیب، اخلاق، اور طرزِ زندگی کا عملی مظاہرہ بھی کرتے۔

- آج کے سفیروں کو بھی اعلیٰ ذہانت کے طور پر کام کرنا چاہیے، اور اپنے ملک کا اخلاقی و تہذیبی چہرہ دنیا کے سامنے لانا چاہیے۔
- نبی ﷺ نے خطوط اس زبان میں تحریر فرمائے جو مخاطب کی زبان تھی، اور سفیر بھی اس علاقے کی ثقافت سے واقف ہوتے۔
- موجودہ سفیروں کو بھی متعلقہ ملک کی زبان، مذہب، سیاسی مزاج، اور ثقافتی حساسیت کا گہرا علم ہونا چاہیے۔
- نبی ﷺ کے سفراء نہ صرف خطوط پہنچاتے بلکہ وضاحت کرتے، سوالات کے جواب دیتے اور نرمی و وقار سے بات کرتے۔
- آج کے سفیروں کو بھی مذاکراتی فن، گفت و شنید، اور سفارتی ادب سکھایا جانا چاہیے۔
- لباس، رکھ رکھاؤ اور ظاہری وقار اسلامی تشخص کے مطابق ہو۔ نبوی سفراء ظاہری طور پر بھی باوقار، صاف ستھرے، اور مؤثر شخصیت کے حامل ہوتے۔ موجودہ سفیروں کے لیے لباس، نشست و برخاست، اور ظاہری انداز ایسا ہو کہ اسلامی شناخت کو ظاہر کرے اور عزت و وقار پیدا کرے۔
- نبوی خطوط میں دعوت اور خیر خواہی نمایاں تھی، نہ کہ دھمکی یا جارحیت۔ آج کے سفیروں کو بھی امن، رواداری اور باہمی احترام کی پالیسی اپنانا چاہیے۔ جیسا کہ نبوی سفیروں کی تربیت خود رسول اللہ ﷺ کی زیر نگرانی ہوئی، آج بھی سفیروں کے لیے دینی، اخلاقی اور پیشہ ورانہ تربیت کا باقاعدہ نظام ہو۔

حوالہ جات و حواشی:

1 محمد بن سعد، طبقات، (کراچی: نفیس اکیڈمی، 1389ھ)، 1/285
Muhammad bin Saʿd, Ṭabaqāt, (Karachi: Nafīs Academy, 1389 AH), vol. 1, p. 285.

2 ابو جعفر محمد بن جریر طبری، تاریخ الامم والملوک، (کراچی: نفیس اکیڈمی)، 2/288
Abū Jaʿfar Muḥammad bin Jarīr al-Ṭabarī, Tārīkh al-Umam wa al-Mulūk, (Karachi: Nafīs Academy), vol. 2, p. 288.

3 ڈاکٹر حمید اللہ، رسول اللہ کی سیاسی زندگی، (لاہور: گارشات پبلشر، 2013)، ص153
Dr. Ḥamīdullāh, Rasūl Allāh kī Siāsī Zindagī, (Lahore: Garshat Publisher, 2013), p. 153.

4 شمس الدین ابو عبد اللہ محمد ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، (کراچی: نفیس اکیڈمی، 1990) ص120
Shams al-Dīn Abū ʿAbd Allāh Muḥammad Ibn Qayyim al-Jawziyyah, Zād al-Maʿād fī Hady Khayr al-ʿIbād, (Karachi: Nafīs Academy, 1990), p. 120.

5 عبد المالک مجاہد، اللؤلؤ المکنون: سیرت انسائیکلوپیڈیا، (جموں و کشمیر: دار السلام، ریسرچ سنٹر، 1433ھ)، ج8، ص218
ʿAbd al-Mālik Mujāhid, al-Luʾluʾ al-Maknūn: Sīrat Encyclopaedia, (Jammu wa Kashmir: Dār al-Salām Research Center, 1433 AH), vol. 8, p. 218.

6 أیضاً، ص 222
Ibid., p. 222.

7 ایضا، ص236
Ibid., p. 236.

[8] ایضا، ص236

Ibid., p. 236.

[9] ایضا ۔ج8 ، ص220

Ibid., vol. 8, p. 220.

[10] ایضا، ص242

Ibid., p. 242.

[11] ایضا، ص249

Ibid., p. 249.

[12] ایضا، ص255

Ibid., p. 255.

[13] ایضا ، ص256

Ibid., p. 256.

[14] ایضا، ص256

Ibid., p. 256.

[15] ایضا، ص259

Ibid., p. 259.

[16] ڈاکٹر حمید اللہ، رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی، ص371

Dr. Ḥamīdullāh, Rasūl Allāh kī Sīāsī Zindagī, p. 371.

[17] ایضا، ص261

Ibid., p. 261.

18 ایضا، ص 262

Ibid., p. 262.

[19] ایضا، ص 266

Ibid., p. 266.

[20] ایضا، ص267

Ibid., p. 267.

[21] ایضا، ص268

Ibid., p. 268.

[22] ایضا، ص 273

Ibid., p. 273.

[23] علامہ علی ابن برہان الدین حلبی، سیرہ حلبیہ، مترجم: مولانا محمد اسلم قاسمی، (کراچی: دارالاشاعت، 2009)، 3/306

ʿAllāmah ʿAlī ibn Burhān al-Dīn al-Ḥalabī, Sīrah Ḥalabiyyah, trans. Maulānā Muḥammad Aslam Qāsmī, (Karachi: Dār al-Ishāʿat, 2009), vol. 3, p. 306.

[24] ایضا، ص 282

Ibid., p. 282.

[25] ایضا، ص 277

Ibid., p. 277.

[26] ایضا، ص 285

Ibid., p. 285.

[27] ایضا، ص 284

Ibid., p. 284.

[28] علامہ علی ابن برہان الدین حلبی، سیرہ حلبیہ، 3/306

ʿAllāmah ʿAlī ibn Burhān al-Dīn al-Ḥalabī, Sīrah Ḥalabiyyah, vol. 3, p. 306.

[29] عبد المالک مجاہد، اللؤلؤ المکنون، ص 292

ʿAbd al-Mālik Mujāhid, al-Luʾluʾ al-Maknūn, p. 292.